© rasailojaraid.com

کھڑے ہوکر روتے رہے اور جب ان کا جنازہ اٹھا تو آپؐ اس کے ساتھ روتے چلے جارہے تھے۔ اس سے جناب عبدالمطلب سے حضورؐ کے تعلقِ خاطر کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب عبدالمطلب کے سوانح حیات بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ فاضل مصنف نے بالکل درست لکھا ہے کہ جناب عبدالمطلب' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہونے کے شرف کی بنا پر ہمارے لیے اور غالباً ساری دنیا کے لیے ایک عظیم ترین شخصیت ہیں، مگر وہ اپنی ذات، صفات، زمان، مکان اور مجموعی شخصیت کے اعتبار سے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ فی الحقیقت جناب عبدالمطلب اپنی فیاضی، دانش وحکمت، خدمتِ خلق اور دوسرے اوصافِ حمیدہ کی بنا پر نہ صرف قریشِ مکہ بلکہ عرب بھر میں ایک ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت کے طور پر مشہور ومعروف تھے۔ لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بیش تر کتبِ سیَر میں ان کے بہت تھوڑے حالاتِ زندگی ملتے ہیں۔

پروفیسر محمد یٰسین مظہر، تحسین کے مستحق ہیں کہ انھوں نے زیرِ تبصرہ کتاب لکھ کر یہ کمی پوری کردی ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں قرآن حکیم کے علاوہ حدیث، سیرت اور تاریخ کی کم وبیش ڈیڑھ سو کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ جناب عبدالمطلب کے تمام حالاتِ زندگی فراہم کیے ہیں۔ پھر ان کو نہایت قرینے سے مرتب کر کے نتائج اخذ کیے ہیں اور ان کا اندازِ نگارش بڑا شستہ اور عام فہم ہے۔ بلاشبہہ یہ کتاب پروفیسر محمد یٰسین کا قابلِ ستایش کارنامہ ہے اور ساتھ ہی پوری چھٹی صدی ہجری کی تاریخِ عرب (بالخصوص مکّہ وقریش) بھی بیان کردی ہے۔ اردو کتب تاریخ وسیرت میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اگر کتاب کے عربی الفاظ واسما پر اِعراب لگا دیے جاتے تو اس کی افادیت میں اضافہ ہوجاتا۔ صفحہ ۵۰ پر امیمہ بنت عبدالمطلب کے شوہر کا نام جحش (ح ج ش) بیان کیا گیا ہے، صحیح نام جحش (ج ح ش) ہے، غالباً یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ (طالب الہاشمی)

خطۂ خاک یا ارضِ پاک؟ (چند نظریاتی مباحث) پروفیسر فتح محمد ملک۔ ناشر: دوست پبلی کیشنز، ۸-اے، خیابانِ سہروردی، پوسٹ بکس ۲۹۵۸، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۸۶۔ قیمت: ۱۴۰ روپے۔

© rasailojaraid.com

پروفیسر فتح محمد ملک اردو ادب کے جید نقاد اور معروف دانش ور ہیں۔ شعروادب اور

© rasailojaraid.com

نقد و انتقاد کے مسائل پر تو اُن کا جان دار قلم پہلے بھی رواں رہتا تھا لیکن ادھر کچھ عرصے سے انھوں نے بعض قومی و ملّی مسائل (خصوصاً مسئلہ کشمیر اور پاکستان کی نظریاتی اساس) پر قلم اٹھایا ہے اور پے در پے ایسے مضامین لکھے ہیں جو ایک سچے اور کھرے ادیب اور قلم کار کی پہچان ہیں۔ (اُن کے مجموعۂ مضامین کشمیر کی کہانی پر مفصل تبصرہ دیکھیے: ترجمان القرآن' اکتوبر ۲۰۰۱ء)

اُن کے ۳۱ مضامین پر مشتمل زیرنظر مجموعے کا انتساب ''نظریاتی محاذ پر ثابت قدمی کی روشن مثال مجید نظامی کے نام'' ہے۔ یہ سب یا ان میں سے بیش تر مضامین نواے وقت میں چھپ چکے ہیں۔ یہ مضامین پاکستان' بھارت اور بعض غیرملکی قلم کاروں کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ زیادہ تر دو قومی نظریے' قائداعظم' پاکستان اور بھارت کے درمیان مفاہمت' اردو زبان اور مشترکہ نصابِ تعلیم کی تجویز کے حوالے سے لکھے گئے ہیں۔

پروفیسر' ملک پاکستان کی نظریاتی اساس کے بارے میں ایک واضح تصور رکھتے ہیں۔ نظریۂ پاکستان سے انحراف اور کشمیر پر پاکستان کے اصولی تاریخی موقف سے روگردانی کو وہ ملتِ اسلامیہ کے لیے خودکشی کے مترادف سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں ایک آزاد' خودمختار اور ترقی پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل اُن کا دیرینہ خواب ہے۔ چنانچہ ''نظریاتی استحکام کی تمنا'' سے سرشار' یہ مضامین پاکستان کی نظریاتی اساس کے دفاع کے ضمن میں ایک قلمی جہاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اشتراکی دانش ور طارق علی ہوں یا صحافت کار ایاز امیر' بھارتی تجزیہ نگار کلدیپ نیر ہوں یا اسٹاک ہوم یونی ورسٹی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اشتیاق احمد یا ماہر معاشیات ڈاکٹر اکمل حسین--- اس طبقہ فکر کے دانش ور'علاقائی امن و سلامتی' کی خاطر ہمیں 'نئے وژن اور نئی حکمت عملی' اختیار کرنے اور پاکستان کو 'بچانے' کی خاطر کشمیر پر استصوابِ راے کے اصولی موقف سے دست بردار ہونے کی ترغیب دے کر 'ساؤتھ ایشین یونین' جیسی لغو تجاویز پیش کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ پروفیسر ملک نے ایسے دانش وروں کا فکری اور قلمی سطح پر تعاقب کر کے' فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ وہ بجا طور پر سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ اتحاد اور یہ مشترکہ دفاع کس کے خلاف ہوگا؟ دنیاے اسلام کے خلاف اور چین کے خلاف؟--- یقیناً' جیسا کہ وہ کہتے ہیں: 'اسلام بے زار یا اسلام مخالف قوتوں کو پاکستان کا آزاد اور خود مختار وجود گوارا نہیں ہے۔ چنانچہ ساؤتھ ایشین یونین کا تصور عام کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گویا نو استعماری خواب کو حقیقت میں بدلنے کی کوشش ہے'۔(ص ۵۷)

پروفیسر ملک کا خیال ہے کہ: پاکستانی قوم اس لیے مصائب و مشکلات کا شکار ہے کہ اسے اسلام کے صراطِ مستقیم کے بجاے مُلائیت اور خانقاہیت کی ٹیڑھی میڑھی راہوں پر ڈال دیا گیا ہے (ص ۱۶۰)۔ ان کی یہ تشخیص غلط تو نہیں، مگر ہماری رائے میں اس کی ذمہ داری مُلّا سے کہیں زیادہ ضمیر فروش اربابِ سیاست، جاگیرداروں، فوج اور نوکرشاہی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر تاریخِ پاکستان کے اوراق اُلٹیں تو معلوم ہوگا کہ اول روز ہی سے اختیار و اقتدار مسلم لیگ، جناح لیگ، ری پبلکن پارٹی، عوامی لیگ، کونسل لیگ، کنونشن لیگ، پیپلز پارٹی، نون لیگ اور ق لیگ کے نام پر متذکرہ بالا چار طبقوں کے پاس رہا ہے اور اب تو یہ سب ایک دوسرے کے پشتی بان بن چکے ہیں۔

پروفیسر ملک کے ان مضامین میں اختلاف کے کچھ پہلو بھی موجود ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مرزا بشیرالدین محمود ہر دو نے جاگیرداری نظام کے شرعی جواز مہیا کرنے میں یکساں دادِ تحقیق دی ہے، بڑی زیادتی ہے۔ جن لوگوں نے سید مودودی کو پڑھا ہے، وہ پروفیسر ملک کی بے خبری پر اظہارِ تاسف ہی کریں گے۔ جاگیرداری اس ملک سے کیوں نہ ختم ہوسکی اور ''پاکستان میں اسلام کے ابدی اصولوں پر مبنی ایک انقلابی معاشی نظام'' کیوں نہ قائم ہوسکا؟ اس لیے کہ پروفیسر ملک کے بقول: ''قائداعظم کی جیب کے کھوٹے سکے' اس کے برعکس عزائم کے حامل تھے'' (ص ۱۵)۔ یقیناً سید مودودی کی تحریریں جاگیرداری کے خاتمے میں رکاوٹ نہیں بنیں۔

پروفیسر ملک، ذوالفقار علی بھٹو کے مداح ہیں، اور پاکستان کی آئیڈیالوجی پر بھٹو کے 'غیر متزلزل ایمان' کے قائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخاب میں ''عوام نے جعلی آئیڈیالوجی کو رد کر کے حقیقی آئیڈیالوجی کو ووٹ دیے'' (ص ۱۴۱)۔ بالیقین اگر ذوالفقار علی بھٹو کے پاس واقعی کوئی آئیڈیالوجی ہوتی یا وہ ''حقیقی آئیڈیالوجی'' پر (جس کے وہ علم بردار تھے) صدقِ دل سے یقین رکھتے تو جاگیرداری کو ختم کر دیتے۔ اصل بات یہ کہ بقول پروفیسر ملک ''پاکستان کے تمام تر مسائل آئیڈیالوجی سے اس شرم ناک انحراف کا شاخسانہ ہیں'' (ص ۱۳۰)۔ فکر و بیان کے جزوی اختلاف کے باوجود، مجموعی طور پر یہ ایک قیمتی کتاب ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

© rasailojaraid.com